میرزا حسن علی صغیر اور شاہ عبد العزیزؒ کے دو مکتوب

محمد عبد الحلیم چشتی

شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی کے تلامذہ میں میرزا حسن علی صغیر محدّث لکھنوی المتوفی سنہ ۱۲۵۵ھ کو جو شہرت و قبولیت حاصل ہے وہ محتاجِ بیان نہیں موصوف نے بارہ برس تک شاہ صاحبؒ سے علوم و فنون کی تحصیل و تکمیل کی تھی۔ محدّث لکھنویؒ کے تلمیذ مولوی ابوالخیر محمد معین الدین کردی کاظمی مشہدی المتوفی سنہ ۱۳۰۴ھ رسالہ "تبیان فی احکام شرب الدخان" میں فرماتے ہیں:-

"استاد حضرت مولانا میرزا حسن علی محدّث لکھنوی قدس سرہ و استاد اوشان خاتم المحدثین والمفسرین، استاد البریہ صاحب تحفہ اثنا عشریہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہ۔ میرزا صاحب مرحوم و مغفور در دہلی رفتہ دوازدہ سال در آنجا استقامت کردہ اخذ علوم عقلیہ و نقلیہ از شاہ صاحب مرحوم و مغفور کردند، ہم چنین شنیدم از زبان استاد مرحومؒ"[1]

تحصیل علوم کی مدّت

محدّث لکھنویؒ نے کس زمانہ میں علوم و فنون کی تحصیل کی تھی، اس امر کی تصریح کہیں نظر سے نہیں گزری مگر بعض قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تحصیل علوم کا زمانہ تحفہ اثنا عشریہ کی تکمیل سنہ ۱۲۰۴ھ سے قبل کا ہے کیونکہ تحفہ اثنا عشریہ کی شہرت جب لکھنؤ پہنچی تو بڑا ہنگامہ ہوا اور مخالفین نے یہ کہنا شروع کیا کہ تحفہ اثنا عشریہ شاہ صاحبؒ کا کوئی کارنامہ نہیں یہ تمام تر نصر اللہ کابلی کی تصنیف صواقع محرقہ سے ماخوذ ہے۔ اس موقع پر میرزا حسن علی صغیرؒ نے شاہ صاحب سے اس سلسلہ میں جو استفسار کیا، اس سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تحفہ اثنا عشریہ کی تکمیل سے پیشتر ہی موصوف کو سند فراغ مل چکی تھی۔

---

[1] ملاحظہ ہو (حاشیہ) رسالہ تبیان، طبع نولکشور کانپور ۱۹۱۴ء ص ۹

اودھ اور اس کے اطراف میں علوم ولی اللہی کا چشمۂ فیض میرزا حسن علی صغیر محدث لکھنوی کی ذاتِ ستودہ صفات سے جاری و ساری تھا موصوف کے ان مکاتیب سے جو فتاوی عزیزیہ جلد اوّل میں پائے جاتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ انھیں خانوادہ ولی اللہی کے علوم سے خاص اعتنا تھا۔ محدث لکھنوی نے شاہ ولی اللہؒ کی تصانیف کا نہایت غائر نظر سے مطالعہ کیا تھا۔ دوران مطالعہ جب انھیں کوئی اشکال پیش آتا تو شاہ عبدالعزیزؒ کو لکھ بھیجتے۔ شاہ صاحبؒ اپنے جوابی مکتوب میں جیسا کہ ان کے مکاتیب سے عیاں ہے، اس کو حل کر دیتے تھے۔

میرزا حسن علی صغیرؒ کو شاہ ولی اللہؒ کے علوم اور اُن کی کتابوں سے جو شغف تھا، اس کا اندازہ اس امر سے بھی ہوتا ہے کہ موصوف نے اُن کی بعض تصانیف کی نہایت محنت سے تصحیح کی تھی مگر پھر بھی ان کے حسبِ خواہ تصحیح نہیں ہو سکی تھی، حامد حسین کنتوری کا بیان ہے۔

"ازالۃ الخفاء .... نسخہ مصححہ مولوی حسن علی محدث کہ تلمیذ رشید فاضل عزیز بودند ودر آخر آں ایں عبارت ...... مسطور است

فتوسل علی ثلاثۃ نسخۃ و لکن بسبب سقمھا لم یتم التصحیح فان ساعدنی وجدان النسخۃ الصحیحۃ إنشاء اللہ تعالیٰ، فدوقع الفراغ من التصحیح و المقابلۃ تاسع الشھر رجب ۱۲۴۹ھ سنہ ھجری یوم الجمعۃ فی بلدۃ باندا، انتھت الفاظہا [1]"

مرزا حسن علی صغیر کو خانوادہ ولی اللہی سے خاص مناسبت اور نہایت گہرا علمی اور قلبی تعلق حاصل تھا۔ علوم حدیث میں انھیں بڑی دستگاہ حاصل تھی۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے تھے۔

"حدیث میں میرا نمونہ مرزا حسن علی صغیر ہیں۔ [2]"

انہی کی مساعی جمیلہ سے لکھنؤ اور اس کے اطراف میں شاہ ولی اللہ کے سلسلہ کو بڑا فروغ حاصل

---

[1] ملاحظہ ہو کتاب الاستقصاء الافحام و الاستیفاء الانتقام فی رد منتہی الکلام از حامد حسین کنتوری المتوفی ۱۳۰۶ھ مجمع البحرین لدھیانہ ۱۲۸۵ھ ج۔ ۱ ص ۸۹۔

[2] ملاحظہ ہو سیرت سید احمد شہید از ابوالحسن علی ندوی طبع چہارم لاہور۔

ہوا، موصوف نے تحصیل علوم کے بعد درس و تدریس کا شغل اختیار کیا اور سفر و حضر میں جہاں بھی ان کا قیام رہا، وعظ و تذکیر اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا اور خلق خدا کو فائدہ پہنچا، مولوی عبدالقادر خانی کا بیان ہے:

"میرزا حسن علی لکھنوی نے جو سفر حج بھی کر چکے ہیں اور کلکتہ میں مخلوق کو وعظ و تذکیر سے نفع پہنچایا ہے کچھ عرصے باندہ میں بھی بزم ارشاد آراستہ کی ہے، جو کچھ بھی ہیں سلسلہ عزیزیہ میں بس وہی ہیں، ان کا دل و دماغ ملفوظات عزیزیہ و رفیعیہ کی بیاض سمجھنا چاہئیے، اس زمانہ میں ایسے بزرگوار کا وجود غنیمت ہے[1]"

میرزا صاحب کا ذاتی کتب خانہ

میرزا حسن علی صغیر کے انتقال کے بعد جب ان کا علمی کتب خانہ دست برد زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکا تو منجلہ اور نوادر کے، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تصانیف میں سے ازالۃ الخفا اور کتاب النوادر کا نسخہ مولوی حامد حسین کنتوری کو انہی کے کتب خانہ سے ہاتھ لگا تھا، جس کا والہانہ انداز میں ذکر کرتے ہوئے استقصاء الافحام میں رقم طراز ہیں:

"بعد تحریر این مقام از نوادر اتفاقات لاابی بعنایت و لطف خالق بریات، رسالہ نوادر من حدیث سید الاوائل والاواخر کہ آنہم تصنیف شاہ ولی اللہ است از کتب حسن علی محدث کہ تلمیذ صاحب تحفہ بودہ است بدست این قاصر افتاد[2]"

میرزا حسن علی صغیر محدث لکھنوی کا ذاتی کتب خانہ اس لحاظ سے کہ وہ نوادر کتب پر مشتمل تھا، خصوصی اہمیت کا حامل تھا۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی بعض ایسی تالیفات جن کا اب کہیں سراغ نہیں ملتا جیسے مفتاح کنوز الخفیہ حاشیہ تحفہ اثنا عشریہ وغیرہ اسی کتب خانہ میں محفوظ تھیں[3]۔

---

[1] علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) مرتبہ محمد ایوب قادری، اکیڈیمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، کراچی ۱۹۶۰ء ج ۱ ص ۲۵۳۔

[2] ملاحظہ ہو استقصاء الافحام ص ۱۱۹

[3] ایضاً (حاشیہ) استقصاء الافحام ص ۱۱۹

محدّث لکھنوی کے تین مکتوب جو چند علمی سوالات، اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے تین مکتوب جو میرزا صاحب کے سوالات کے تفصیلی جوابات پر مشتمل ہیں، اپنی افادیت کی وجہ سے آج بھی فتاوی عزیزیہ کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ابتدائی دو مکتوب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تعلیمات سے متعلق ہدیہ ناظرین ہیں، ان مکاتیب اربعہ پر تاریخ درج نہیں ہے۔ تاہم شاہ صاحب کے مکتوب ثانی سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہجوم امراض کے ایام میں لکھا گیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ میرزا حسن علی صغیر محدث لکھنوی کا سلسلہ مکاتبت شاہ صاحب کے آخری ایام حیات تک جاری رہا ہے۔[1]

پہلا خط ایک علمی اور کلامی استفسار پر مشتمل ہے، جو موصوف نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے رسالہ ہمعات کی اس مشکل عبارت کے متعلق کیا ہے، جس سے بظاہر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا قائل بالبداء ہونا ثابت ہوتا ہے اور قول بالبداء (اس کی تشریح آگے آرہی ہے) اہل سنت کے نزدیک باطل ہے۔ شاہ عبدالعزیز نے اس اشکال کو شاہ ولی اللہ کی تعلیمات اور تصنیفات کی روشنی میں حل کیا ہے اور اس طرح حل کیا اور سمجھایا ہے کہ پھر شبہ باقی نہیں رہتا۔ اس لحاظ سے شاہ عبدالعزیز کا یہ خط نہایت بیش بہا علمی معلومات کا حامل ہے اور شاہ ولی اللہ کی تعلیمات سے دلچسپی اور شغف رکھنے والوں کے لئے ایک نہایت کارآمد سرمایہ ہے۔

رسالہ ہمعات دو مرتبہ زیور طبع سے آراستہ ہوچکا ہے۔ پہلی مرتبہ مولانا عبیداللہ سندھی کی تصحیح کے ساتھ بیت الحکمۃ لاہور سے شائع ہوا تھا مگر اس میں رسالہ ہمعات کی یہ اہم علمی عبارت ہی سرے سے ندارد ہے اور اس اعتبار سے اس نسخہ کو کامل کہنا مشکل ہے۔ دوسری مرتبہ رسالہ ہمعات کو شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد سندھ نے شائع کیا ہے یہ نسخہ ہمارے فاضل دوست مولانا غلام مصطفٰے صاحب قاسمی نے ایڈٹ کیا ہے۔ موصوف کے پیش نظر مولانا نورالحق کا تصحیح کردہ ایک قلمی نسخہ بھی رہا ہے اور اس سے موصوف نے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے اس نسخہ میں رسالہ ہمعات کی وہ عبارت جس کے متعلق شاہ عبدالعزیز سے سوال کیا گیا تھا ص ۱۱۲ پر موجود ہے مگر تعجب ہے کہ اس کو پھر بھی متن کتاب

---

[1] موصوف کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو راقم السطور کا مقالہ میرزا حسن علی صغیر محدث لکھنوی معارف دسمبر ۱۹۵۶ء

میں جگہ نہیں دی گئی ہے، اس کا اضافہ حاشیہ (فٹ نوٹ) میں کیا گیا ہے۔

رسالہ ہمعات کی اس اہم عبارت کے متعلق میرزا حسن علی صغیر محدث لکھنوی کا یہ علمی استفسار اور شاہ عبدالعزیزؒ کا یہ علمی جواب ان بزرگوں کی نظر میں نہیں ہے۔ اسی بنا پر وہ رسالہ ہمعات میں جگہ نہیں پاسکا ہے۔ اب اس مکتوب کو علمی حیثیت سے جو اہمیت حاصل ہے، وہ ارباب نظر سے پوشیدہ نہیں۔ اسی علمی افادیت کی وجہ سے اس مکتوب کو "الرحیم" کے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ یہ مکتوب شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی جامعیت اور بصیرت کا آئینہ دار ہے۔ اُمید ہے نہایت دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔

مکتوب میرزا حسن صغیرؒ

از میرزا حسن علی صاحب بخدمت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ العزیز)	از میرزا حسن علی صاحب بخدمت مولانا شاہ عبدالعزیز (قدس سرہ العزیز)
در مذہب اہل حق قول بالبداء[1] باطل است چنانچہ تفصیل تمام دلائل عقلیہ و براہین نقلیہ در کُتب احادیث و تفاسیر و کلام مصرح است، و آنچہ در کلام حضرت فخر المحدثین امام المتصوفین جناب شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ ثبوت بداء در کتاب ہمعات مذکور شدہ بکدام معنی باید فہمید و بکدام محل صحیح حمل باید نمود تا مخالف کتاب و سنت نباشد	اہل حق کے نزدیک قول بالبداء باطل ہے چنانچہ اس امر کے بطلان پر حدیث، تفسیر اور کلام کی کتابوں میں عقلی اور نقلی دلیلیں نہایت صراحت اور تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ کتاب ہمعات میں حضرت فخر المحدثین امام المتصوفین جناب شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ العزیز کے کلام سے جو بداء کا ثبوت ملتا ہے اس کے کیا معنی سمجھنا چاہئیے اور کس محل پر اس کو حمل کرنا چاہیئے تاکہ کتاب

---

[1] بداء کے معنی ظہور الرآی بعد ان لم یکن کے ہیں۔ باری تعالیٰ کا ارادہ ازلی اور قدیم ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ کوئی نئی شے ظہور پذیر ہو اور پہلے سے اس کے متعلق اس کا ارادہ اور فیصلہ نہ ہوچکا ہو۔ گویا ایک چیز کا حال اب معلوم ہوتا اور پہلے سے معلوم نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے۔ اسی طرح سابق میں جس شے کے متعلق جو فیصلہ ہوچکا ہے اس کو بدل دینا بھی موہم بداء ہے۔ اس امر کی توضیح شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنے جوابی مکتوب میں کی ہے۔

عبارت ہمعات اینست!

وارادہ قضائے حوادث از ان تجلی فوارہ صفت جوش می زند ومبداء[1] اولی حوادث ہمان ارادہ است و آن ارادہ را نیز اسباب دیگر اند بعضے مستتر مثل قوائے کواکب و افلاک و طبیعۃ[2] کلیہ کہ مدبر شخص اکبر است و بعضے ظاہر مثل ادعیہ ملاء اعلیٰ وحوادثے کہ اذا[3] سفل مرتفع می شود دریں موطن محو و اثبات ومبداء نسخ واقع میشود ہمین تجلی است کہ مری بنی آدم خواہد شد در معاد الی اخر ما قال،

وامام بغوی در تفسیر معالم التنزیل در بحث آیۃ یمحو اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب نقل فرمودہ مراد از محو و اثبات کہ موہم بداء است چہ خواہد شد وہذہ عبارتہ!

عن عمر و ابن مسعودؓ انہما قالا یمحو السعادۃ والشقاوۃ ایضاً ویمحو الرزق والاجل ویثبت ما یشاء عن عمر رضی اللہ انہ کان

وسنت کا خلاف نہ ہو، ہمعات کی عبارت یہ ہے

" ارادہ قضائے حوادث اس تجلی سے فوارہ کی طرح جوش مارتا ہے اور حوادث کے لئے مبداء اولیٰ وہی ارادہ ہے اور اس ارادہ کے بھی دوسرے اسباب ہیں بعض پوشیدہ ہیں جیسے قوائے کواکب وافلاک اور طبیعۃ کلیہ جو مدبر شخص اکبر ہے اور بعض ظاہر ہیں مثلاً ادعیۂ ملاء اعلیٰ اور وہ حوادث جو اسفل سے اُٹھتے ہیں یہ محو و اثبات کا محل اور نسخ کا مبداء واقع ہوتے ہیں یہی تجلی ہے جو بنی آدم آخرت میں دیکھیں گے۔

امام بغوی المتوفی ۵۱۶ھ نے تفسیر معالم التنزیل میں آیت شریفہ یمحو اللہ ما یشاء و یثبت وعندہ اُمّ الکتاب (۱۳/۱۲) اللہ جس حکم کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے، کی بحث میں جو روایت نقل ہے اس سے کیا مراد ہے۔ یہاں بھی محو و اثبات سے بداء کا گمان ہوتا ہے اور معالم التنزیل کی اصل عبارت یہ ہے۔

حضرت عمر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے

---

[1] فی الاصل مبداء ادنی۔

[2] فی الاصل طبقہ کلیہ۔

[3] فی الاصل اذا سفل۔

[4] فی الاصل فیمحو۔

یطوف بالبیت وھو یبکی ویقول !

اللھم ان کنت کتبتنی فی اھل السعادۃ فاثبتنی فیھا وان کنت کتبت علی الشقاوۃ فامحنی واثبتنی فی اھل السعادۃ والمغفرۃ، فانک تمحو ما تشاء وتثبت وعندک ام الکتاب

ومثلہ عن ابن مسعودؓ [1] و فی بعض الاثار ان الرجل یکون قد بقی لہ من عمرہ ثلثون سنۃ فیقطع رحمہ فیرد الی ثلثۃ ایام والرجل یکونؓ [2] قد بقی من عمرہ ثلثۃ ایام فیصل رحمہ فتمدؓ [3] الی ثلثین سنۃ انتھیؓ [4]

پس مراد از محو و اثبات کہ موہم ہم بداء است چہ در احادیث اول و زیادت بنا، بر صلۂ رحمی و کوتاہی بنا بر قطع رحم در حدیث آخر چیست و اگر بر قضائے معلق و مبرم حمل کنند خالی از تکلف نیست،

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نیک بختی کو مٹا دیتا ہے اور بدبختی کو بھی، چنانچہ وہ محو کر دیتا ہے روزی اور موت کے وقت کو اور جس حکم کو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے اور رو رہے تھے اور کہتے تھے اللہ! اگر تُو نے مجھے اہل سعادت میں لکھا ہے تو مجھے انہی لوگوں میں برقرار رکھ اور اگر تُو نے میرے نصیب میں بدبختی لکھی ہے تو اس کو مٹا دے اور مجھ کو اہلِ سعادت اور اہل مغفرت میں قائم فرما دے، کیونکہ آپ جس حکم کو چاہتے ہیں مٹا دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں باقی رکھتے ہیں اور آپ ہی کے پاس ہے اصل کتاب۔

اور ایسا ہی بعض آثار میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی شخص کی تیس ۳۰ برس عمر باقی رہتی ہے اور وہ رشتہ ناتہ توڑ بیٹھتا ہے تو اس کی باقی عمر گھٹ کر صرف تین دن کر دی جاتی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی شخص کی عمر صرف تین دن باقی رہ جاتی ہے اور وہ صلہ رحمی کرتا ہے تو اس کی عمر بڑھا کر تیس برس کر دی جاتی ہے۔

اب محو و اثبات سے بظاہر جو بداء کا گمان ہوتا

---

[1] فی الاصل عن ابن مسعود فی بعض الآثار [2] فی الاصل والرجل قد یکون بقی من عمرہ

[3] فی الاصل فیرد الی ثلثین [4] معالم التنزیل برحاشیۂ لباب التاویل، طبع دوم قاہرہ ج ۴ ص ۲۱

ہے اس سے مراد کیا ہے کیونکہ پہلی اور دوسری حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عمر میں زیادتی صلہ رحمی سے اور کمی قطع رحمی سے ہو سکتی ہے۔ اگر اس امر کو قضائے معلق اور قضائے مبرم پر حمل کریں تو یہ تکلف سے خالی نہیں۔

مکتوب شاہ عبدالعزیزؒ

بدار درکتاب ہمعات بمعنی تجدد ارادہ واقع است کہ مشابہ بدار است و در بخاری در حدیث اعمی و اقرع و ابرص کہ بدار اللہ عزو جل ان یبتلیہم[1] واقع شدہ نیز ہمیں معنی است و بدا بمعنی تجدد ارادہ مخالف مذہب حق نیست زیراکہ اہل سنت قاطبۃ ارادہ را از صفات قدیمہ ازلیہ حضرت باری می دانند و تعلقات آنرا حادث می انگارند وحضرت ایشان درکتاب ہمعات، و در کتب دیگر ارادہ درمرتبہ ذات صفت قدیمہ ازلیہ می دانند و درمرتبہ تجلی اعظم ارادہ را حادث اثبات می فرمایند پس قدم ارادہ درمرتبہ ذات است و حدوث آں در مرتبہ متاخر از مرتبہ ذات کہ مرتبہ تجلی

بدار کتاب ہمعات میں بمعنی تجدد ارادہ آیا ہے جو مشابہ بدا ہے اور بخاری کی حدیث میں اندھے، گنجے اور کوڑھی کے قصے جو بدا اللہ عزوجل ان یبتلیہم (کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کو آزمائے) کے الفاظ آئے ہیں تو اس میں بھی یہی معنی مراد ہیں اور بدا، تجدد ارادہ کے معنی میں مذہب حق کے خلاف نہیں ہے کیونکہ تمام اہل سنت ارادہ الٰہی کو باری تعالیٰ کی صفات قدیمہ ازلیہ سے سمجھتے ہیں اور اس ارادہ کے تعلقات کو حادث مانتے ہیں حضرت شاہ ولی اللہ کتاب ہمعات اور دیگر تالیفات میں مرتبہ ذات میں ارادہ کو صفت قدیمہ ازلیہ جانتے ہیں اور مرتبہ تجلی اعظم میں ارادہ کو حادث تسلیم کرتے ہیں تو ارادہ مرتبہ ذات میں قدیم ہے اور مرتبہ ذات

---

[1] صحیح بخاری مطبع مصطفائی دہلی ۱۳۰۵ھ ج۔ ۱ ص ۴۹۲۔

اعظم است و ہرگاہ حدوث و قدم در دو مرتبہ
واقع شد تخالف برخاست آرے مرتبۂ تجلی اعظم
راکہ مدبر شخص اکبر است[1] علماء ظاہر نمی دانند
و اثبات نمی کنند پس نزد آنہا حدوث ارادہ
را در ہیچ مرتبہ گنجائش نماند بلکہ تعلق ہماں
ارادہ قدیمہ را حادث انگاشتند و ھذا
قریب من النزاع اللفظی ،

و در آیۂ کریمہ نیز اشارتے باختلاف
مراتب معلوم می شود زیراکہ فرمودند یمحو
اللہ ما یشاء و یثبت باز فرمودند
و عندہ ام الکتاب صریح دلالت دارد
بر آنکہ محو و اثبات درجائے ام الکتاب در مرتبہ
دیگر است و در ہر دو اثر حضرت عمر و ابن مسعود
رضی اللہ عنہما نیز دفع تخالف باختلاف
مرتبتین توان فہمید علمائے ظاہر نقیضا ستے
معلق و مبرم دفع تخالف می نمایند و لاباس
بذلک لانہم لا یثبتون مرتبۃ
سوی الذات المقدسۃ ،

اما الصوفیۃ اثبتوا التجلیات
و مرتبۃ التجلیات متاخرۃ عن مرتبۃ
الذات امکن لہم القول بحدوث

سے جو مرتبہ متاخر ہے وہ مرتبہ تجلی اعظم سے عبارت
ہے۔ اس مرتبہ متاخر میں جو ارادہ ہوا وہ ارادہ
حادث ہے اور جب ارادہ کا قدیم اور حادث ہونا
باعتبار دو جہتوں کے اعتبار سے ہوا تو تخالف کا
شبہ بھی باقی نہ رہا۔ ہاں مرتبہ تجلی اعظم کو جو مدبر
شخص اکبر سے عبارت ہے اس مرتبہ کو علماء ظاہر
نہیں جانتے اور یہ مرتبہ ان کے نزدیک ثابت نہیں
ہے اس بناپر علمائے ظاہر کے نزدیک کسی مرتبہ میں
حدوث ارادہ کی گنجائش نہ رہی بلکہ یہ علماء اسی
ارادہ قدیمہ کے تعلق کو حادث جانتے ہیں اور یہ
تقریباً نزاع لفظی ہے۔

اور آیت کریمہ میں بھی اختلاف مراتب کی
جانب اشارہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا ہے یمحو اللہ ما یشاء و یثبت اور
پھر فرمایا ہے و عندہ ام الکتاب۔ اس سے
بصراحت معلوم ہوتا ہے کہ محو و اثبات جس مرتبہ میں
ہوتا ہے، ام الکتاب کا مرتبہ اس کے علاوہ ہے اور
حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے
دونوں اثر میں جس محو و اثبات کا ذکر ہے، اس کو
اختلاف مراتب پر محمل کرنے سے تخالف کا شبہ جاتا
رہتا ہے علمائے ظاہر اس تخالف کو قضائے معلق و

---

[1] و فی الاصل شخص اکبر است و علماء ظاہر۔

الارادۃ فی تلک المرتبۃ من غیر لزوم محذور۔

و در کتاب ہمعات و دیگر تصانیف ایشاں اثبات حدوث ارادہ قدیمہ دریں مرتبہ مفصل مذکور است چنانچہ بعد از تامل واضح خواہد شد۔

مبرم پر محمول کر کے تضاد کو رفع کرتے ہیں اور اس میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ وہ علمائے ظاہر ذات مقدس کے سوا کوئی مرتبہ ثابت نہیں کرتے۔

لیکن صوفیہ نے چونکہ تجلیات کا مرتبہ ثابت کیا ہے اور مرتبہ تجلیات، مرتبہ ذات سے متاخر ہے تو صوفیہ کو یہ کہنا ممکن ہوگیا کہ مرتبہ تجلی میں جو ارادہ ہوتا ہے وہ ارادہ حادث ہے اور اس میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی۔

حضرت شاہ ولی اللہ کی کتاب ہمعات اور اُن کی دیگر تالیفات میں مرتبہ تجلی میں ارادۂ قدیمہ کا حادث ہونا تفصیل سے مذکور ہے چنانچہ غور کرنے سے یہ امر واضح ہو جائے گا۔

دُوسرا مکتوب بھی ایک خاص کلامی مسئلہ عصمت کے متعلق ہے۔ اس مکتوب کا تعلق بھی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی مشہور تصنیف تفہیمات کی ایک تفہیم سے ہے، جس میں صفات اربعہ عصمت، حکمت، وجاہت اور قطبیت باطنہ سے بحث کی گئی ہے۔ تفہیمات دو مرتبہ طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ پہلی بار مطبع مجتبائی میں باہتمام سید عبدالغنی ولی اللہی (خلف الصدق مولوی سید محمد نواسہ وسجادہ نشین ومتولی درگاہ شیخ کلیم اللہ شاہجہان آبادی) تفہیمات کی جلد اول شائع ہوئی تھی۔ پھر ۱۳۵۵ھ میں مجلس علمی ڈابھیل (سورت) نے نہایت آب و تاب کے ساتھ دونوں جلدوں کو شائع کیا مگر شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے اس علمی مکتوب سے تعرض نہیں کیا گیا۔ حالانکہ زیر بحث موضوع پر اس مکتوب کی افادیت سے اِنکار نہیں کیا جاسکتا۔ اسی اہمیت کے پیش نظر یہ علمی تحفہ ماہنامہ "الرحیم" کے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اُمید ہے کہ شاہ ولی اللہ کی تعلیمات سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اس مکتوب سے خاطر خواہ استفادہ کریں گے۔

مکتوب میرزا حسن علی صغیرؒ

نزد اہل حق یعنی اہلِ سنّت و جماعت صحیح و ثابت شدہ بہ براہین نقلیہ و عقلیہ کہ ماسوائے انبیاء و رسل و ملائکہ علیہم السلام عصمت در احدے ثابت نیست حتی کہ اگر کسے را معصوم گویند درست نیست و لہٰذا متکلمین و فقہاء رحمہم اللہ اطلاق عصمت بر غیر انبیاء و ملائکہ روا ندارند پس آنچہ جناب فخر المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ در تفہیمات آلہیہ وغیرہ صفات اربعہ کہ عصمت و حکمت و وجاہت و قطبیت باطنہ است برائے حضرات ائمہ اثنا عشر علیہم السلام ثابت کردہ اند و آں ہدایت مآب نیز ایں مراتب را در رسالہ کہ در بیان اعتقادات بحضرت ایشاں تالیف فرمودہ اند ارقام نمودہ اند آنرا بکدام محل صحیح حمل باید نمود و دلیلے از کتاب و سنّت و اجماع امّت بران کدام است و جواب تخالف ایں قول کہ بہ نسبت مذہب اہل سنّت نمایاں شدہ چہ خواہد شد و مع ذلک منافی تفضیل خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم خصوصاً حضرات شیخین خواہد بود و حال آنکہ ایں مسئلہ تفضیل مجمع علیہ اہل سنّت است عند من یعتمد بہ و

اہل حق یعنی اہل سنّت و جماعت کے نزدیک عقلی اور نقلی دلائل سے یہ امر درست اور ثابت ہے کہ انبیاء و رسل اور ملائکہ علیہم السلام کے سوا کسی دوسرے کا معصوم ہونا ثابت نہیں یہاں تک کہ ان کے سوا کسی اور کو معصوم کہیں تو یہ درست نہیں اور اسی وجہ سے متکلمین اور فقہاء رحمہم اللہ انبیاء اور فرشتوں کے سوا کسی اور پر عصمت کا اطلاق روا نہیں رکھتے، پس جناب فخر المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے تفہیمات وغیرہ میں صفات اربعہ، عصمت، حکمت، وجاہت اور قطبیت باطنہ حضرات ائمہ اثنا عشر (دوازدہ امام) کے لئے ثابت کی ہیں اور جناب موصوف نے جو رسالہ ان حضرات سے اعتقاد رکھنے کے بارہ میں مرتب فرمایا ہے یہی لکھا ہے تو جناب موصوف کے اس قول کو کس محل پر حمل کرنا چاہیئے۔ اور کتاب و سنّت اور اجماع امت سے کون سی دلیل اس قول کے ثبوت پر ہے۔ اس قول اور اہل سنّت کے قول مذکور میں جو تخالف ہے وہ ظاہر ہے اس تخالف کا جواب کیا ہے اور اس کے باوجود یہ قول خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی تفضیل خصوصاً حضرات شیخین کی تفضیل کے مخالف و منافی ہوگا، حالانکہ

علاوہ آن خود جناب افادت مآب ہدایت انتساب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب بہزار ضبط و ربط و طمطراق تمام این مسئلہ را یعنی تفضیل خلفائے ثلاثہ سیما شیخین را رضی اللہ عنہم بدلائل نقلیہ و عقلیہ و کشفیہ و وجدانیہ بتقریر وافی و مثال شافی و ترتیب کافی تحریر فرمودہ اند پس جواب تخالف و تعارض این مسئلہ ممہدہ ثابتہ متفق علیہا با آن مسئلہ غریبہ غیر ثابتہ عند اہل حق یعنی اہل سنت و جماعت چہ خواہد شد بینوا توجروا۔

محققین کے نزدیک مسئلہ تفضیل پر اہل سنت کا اجماع ہے۔ اس کے علاوہ خود حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے خلفائے ثلاثہ کی تفضیل کو پُرزور دلائل کے ساتھ نہایت مربوط و مرتب بیان کیا ہے خاص طور سے شیخین رضی اللہ عنہم کی تفضیل کو نقلی، عقلی، کشفی اور وجدانی دلائل سے تقریر وافی، مثال شافی اور ترتیب کافی کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔ پس اس مسئلہ ممہدہ متحققہ متفق علیہا کو اس مسئلہ غریبہ سے جو اہل حق یعنی اہل سنت وجماعت کے نزدیک ثابت و متحقق نہیں جو تخالف و تعارض ہے۔ اس کا کیا جواب ہوگا، بیان فرمائیں اور ماجور ہوں۔

مکتوب شاہ عبدالعزیزؒ

عصمت و حکمت و وجاہت نزد صوفیہ معانی اصطلاحیہ دارند خصوصاً در کتب مصنفہ حضرت والا ماجد قدس سرہ مفصل مذکور اند این وقت بسبب شدت بیاریہا امکان نیست کہ بتمہید مقدمات نوشتہ آید اگر کتب مصنفہ ایشان موجود باشند مطالعہ باید نمود واضح خواہد شد و شرح اعتصام از تصانیف شاہ محمد عاشق پھلتی قدس اللہ سرہ اگر بہم رسد شافی و کافی خواہد بود۔

عصمت، حکمت اور وجاہت کے صوفیہ کے یہاں کچھ اصطلاحی معانی ہیں وہ حضرت والد ماجد قدس سرہ کی تالیفات میں مفصل مذکور ہیں۔ اس وقت امراض کی شدت کی وجہ سے یارا نہیں کہ وہ معانی تفصیل سے لکھے جائیں۔ اگر حضرت موصوف کی تصانیف موجود ہوں تو مطالعہ کرنا چاہئیں۔ یہ امر واضح ہو جائے گا اور شرح اعتصام جو شاہ محمد عاشق پھلتی کی تصنیف ہے اگر مل جائے تو کافی و شافی ہوگی۔

بالجملہ موافق علماء ظاہر این وقت جواب نوشتہ می شود عصمت دو معنی دارد۔

اوّل امتناع صدور ذنب مع القدرۃ علیہ و این معنی باجماع اہلِ سُنّت مخصوص بحضرات انبیاء و ملائکہ علویہ است۔

دوم عدم صدور ذنب مع جوازہ من غیر لزوم محذور و این معنی را نزد صوفیہ محفوظ خوانند و ہمین معنی در کلام صوفیہ سوال عصمت برائے خود آمدہ چنانچہ در اوّل دُعائے حزب البحر واقع شدہ نسالک العصمۃ فی الحرکات و السکنات و الارادات و الخطرات الی اخرہ این معنی مخصوص بانبیاء نیست و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ برائے اہلِ بیت خود خواستہ اند لقولہ اللھم اذھب عنہم الرجس وطھرھم تطھیرا[1] ہمین معنی است۔

و در حق حضرت عمر رضی اللہ عنہ وارد شدہ ان الشیطان یفرمن عمر و نیز وارد شدہ ان الحق ینطق علی لسان عمر و قلبہ[2]۔

مختصر یہ ہے کہ فی الحال علمائے ظاہر کے موافق جواب لکھا جاتا ہے عصمت کے دو معنی ہیں۔

ایک معنی ہیں گناہ پر قدرت ہونے کے باوجود گناہ کے ارتکاب سے باز رہنا اور اہلِ سُنّت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ معنی انبیاء اور ملائکہ علویہ کے ساتھ خاص ہیں۔

دُوسرے عصمت کے معنی کسی شخص سے جواز صدور گناہ کے باوجود گناہ کا نہ ہونا اور صدور گناہ سے شرع کے کسی اصُول میں نقصان کا لازم نہ آنا ہیں۔ صوفیہ اس حقیقت کو لفظ محفوظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ صوفیہ نے بعض دُعاؤں میں اپنے لیے جو عصمت کا سوال کیا ہے تو اس عصمت سے صوفیہ کے نزدیک یہی معنی مراد ہیں چنانچہ دُعائے حزب البحر کے شروع میں ہے نسالک العصمۃ فی الحرکات و السکنات و الارادات و الخطرات الی اخرہ ہم تجھ سے حرکات، سکنات، ارادے اور خطرات میں عصمت کی درخواست کرتے ہیں۔ عصمت کے یہ معنی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہلِ بیت کے لئے بھی اس امر کی دُعا کی ہے آپ کے الفاظ ہیں

---

[1] حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں اللھم اھل بیتی فاذھب عنہم الرجس وطھرھم تطھیرا (عن ام سلمہ) جامع ترمذی، مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۹۵ھ ج۔۲ ص ۲۱۹ و مجمع الزوائد از نورالدین ہیثمی ج۔۹ ص ۱۶۷۔

[2] یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ وارد ہے۔ ان الشیطان لیفرق منک یاعمر (عن بریدہ) فیض القدیر شرح الجامع الصغیر طبع قاہرہ ۱۳۵۶ھ ج۔۲ ص ۳۵۹۔

و در حق صہیب رومی واقع شدہ نعم العبد صہیب لولم یخف اللہ لم یعصہ فلا اشکال۔

وحکمت بمعنی علم نافع است اگر مکتسب باشد در اصطلاح صوفیہ آنرا حکمت نگویند بلکہ علم وفضیلت نامند و اگر ان علم بطریق وہب بر دل شخصے واقع شود آنرا حکمت نامند وآتیناہ الحکمۃ وفصل الخطاب، وکلا آتینا حکما وعلما وخواہ آن علم متعلق بعقائد باشد یا باعمال یا باخلاق و این معنی ہم مخصوص بہ انبیاء نیست ولقد آتینا لقمان الحکمۃ ان اشکر للہ بعد ازاں آید و اذقال لقمان لابنہ تا آخر رکوع بیان بعضے از حکمت ایشان است آرے ازین باب ہرچہ بود آید آن مخصوص با نبیاء است وسہو عام است نبی وغیر نبی دراں شریک

اللھم اذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا۔ اے اللہ ان سے آلودگی کو دُور رکھ اور ان کو خوب نکھار دے۔ یہاں بھی یہ دُوسرے معنی مراد ہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں حدیث میں وارد ہے کہ شیطان حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھاگتا ہے اور انہی کے بارے میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان وقلب پر حق جاری ہوتا ہے۔

اور حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کے حق میں آیا ہے حضرت صہیب بہت اچھے بندے ہیں اگر ان کو خدا کا خوف نہ ہوتا تو یہ محفوظ رہتے تو اب کوئی اشکال باقی نہ رہا۔

اور حکمت بمعنی علم نافع ہے۔ اگر یہ علم کسبی ہو تو صوفیہ کی اصطلاح میں اس کو حکمت نہیں کہتے بلکہ علم وفضیلت کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور اگر وہ علم بطور فیضان الٰہی کسی شخص کے دل پر

ؔ۱ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ابُوعبید قاسم بن سلام نے اس کو کتاب غریب الحدیث میں نقل کیا اور سند ذکر نہیں کی ہے چنانچہ علامہ سیوطیؒ کا بیان ہے۔

متاخرین محدثین نے تصریح کی ہے کہ انھیں اس روایت کی سند نہیں مل سکی ہے۔ میں نے اس کو جامع کبیر میں محض شہرت کی بنا پر نقل کیا ہے اور اس سے مقصود یہ بتانا ہے کہ اس کو صرف ابوعبید نے ذکر کیا ہے اور ابوعبید صدر اوّل سے قریب ہے۔ اس نے تبع تابعین کا زمانہ پایا ہے اور ظاہر یہی ہے ان کو اس کی سند کا علم ہوگا۔ میں نے اس کتاب میں ایسی کوئی حدیث نقل نہیں کی ہے جس کی سند کا مجھے علم نہ ہوسکا ہو بس ایک یہی حدیث ایسی ہے جس کی سند مجھے نہیں مل سکی ہے (کنز العمال طبع دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۱۳۱۲ھ ج ۵ ص ۲۷۸ نمبر ج ۶۰ ۱۵۲، ۱۵۶)

اند ولہذا در حدیث شریف وارد شدہ انا دار الحکمۃ وعلی بابہا[1] ودر روایت مشہور انا مدینۃ العلم وعلی بابہا واقع شدہ مراد از علم درین جا ہمین معنی است،

ووجاہت بمعنی آنست کہ لعضے بندگان خود را حق تعالیٰ بوجہے معاملہ نماید از دفع طعن معاندان وتہمت ہائے عیوب وحفظ در اصابت بادشاہان وامرا در حق محبوبان ورو یداران می نماید وایں معنی درحق دوکس از انبیائے اولی العزم منصوص قرآنی است۔

وارد ہوا اس کو حکمت کہتے ہیں۔ آیت شریفہ ہے وآتیناہ الحکمۃ وفصل الخطاب ۲۳/۱۱ اور ہم نے انھیں حکمت اور فیصلہ کرنے والی تقریر عطا کی تھی۔ وکلاً آتینا حکما وعلما ۱۷/۴ اور حکمت وعلم تو ہم نے ہر ایک کو دیا تھا خواہ وہ علم عقائد سے متعلق ہو یا اعمال واخلاق سے۔ یہ معنی بھی انبیا علیہم السلام کے ساتھ خاص نہیں ہیں چنانچہ ارشاد باری ہے ولقد آتینا لقمان الحکمۃ ان اشکر للہ ۲/۱۱ اور بیشک ہم نے لقمان کو دانائی عطا کی (اور یہ حکم دیا) کہ اللہ کا شکر کرتے رہو۔ اس آیت کے بعد ہے واذ قال لقمان لابنہ تا آخر رکوع اس میں

---

[1] حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں یہ روایت اور جو اس کے بعد مذکور ہے دونوں روایتوں میں کلام ہے چنانچہ روایت انا دار الحکمۃ وعلی بابہا کے متعلق علامہ حافظ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں۔

امام ترمذیؒ کا بیان ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور جامع ترمذی کے ایک نسخہ میں اس کے متعلق منکر کے الفاظ بھی موجود ہیں بعض نے اس حدیث کو شریک سے روایت کیا ہے اور اس میں صنابحی کا ذکر نہیں کیا ہے اور یہ حدیث شریک کے سوا کسی اور ثقہ راوی سے منقول نہیں ہے۔ اور اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایک روایت مروی ہے۔ علامہ ابن جریر طبری فرماتے ہیں:

ہماری نظر میں اس حدیث کی سند ٹھیک ہے اور جن دیگر محدثین کے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے وہ اس میں دو علتیں بتاتے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ اس حدیث کا مخرج ومنتہیٰ علی از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہ اسی مذکورہ بالا سند سے معروف ومشہور ہے اور دوسری سند میں سلمہ بن کہیل جو راوی ہے وہ محدثین کے نزدیک نقل حدیث میں حجت نہیں ہے۔ اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس روایت میں اور بھی موافقت کرتے ہیں۔

انا مدینۃ العلم وعلی بابہا...... اس روایت کو ابن الجوزی نے کتاب الموضوعات میں (باقی اگلے صفحہ پر)

اوّل در حق حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہرگاہ ایشاں را بنی اسرائیل تہمت ادراہ و برص کردند قال اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین امنوا لاتکونوا کالذین آذوا موسیٰ فبراٗہ اللہ مما قالوا وکان عنداللہ وجیہا، حق تعالیٰ راضی نشد بہ تہمتِ ایشاں اگرچہ آں تہمت ہیچ محذور شرعی نداشت،

حضرت لقمان کی بعض حکمت کی باتوں کا تذکرہ ہے البتہ اس طرح کا علم جو وحی کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے وہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے۔ علم وہبی عام ہے اس میں نبی اور غیر نبی دونوں شریک ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے "انا دار الحکمۃ وعلیٌّ بابہا" میں دار الحکمت ہوں اور علی رض اس کا دروازہ ہیں اور یہ بھی روایت مشہور ہے "انا مدینہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) درج کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ حافظ صلاح الدین علائی نے کہا ہے کہ امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس کو موضوع قرار دیا ہے اور دیگر علماء کا بھی یہی خیال ہے لیکن انھوں نے وضع کے دعوی کے سوا کوئی علت قادحہ بیان نہیں کی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں تصریح کی ہے کہ مستدرک حاکم میں یہ حدیث بہت سی سندوں سے منقول ہے۔ اس بناپر یہ حدیث بے اصل نہیں اور اس کو موضوع کہنا مناسب نہیں۔ اسی لئے حافظ ابن حجر نے اس حدیث کے متعلق جو فتویٰ دیا ہے اس میں کہا ہے کہ حاکم نے مستدرک میں اس کی تخریج کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، ابن جوزی نے حاکم کے اس قول کی مخالفت کی اور انھوں نے اس کو موضوعات میں شمار کیا مگر ان کا یہ قول درست نہیں اور صحیح اور حق بات حاکم اور ابن جوزی دونوں کے قول کے خلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ حدیث نہ صحیح ہے اور نہ باطل وموضوع قرار دی جاسکتی ہے۔ یہ حدیث حسن کی قسم سے تعلق رکھتی ہے یہ حسن کے مرتبہ سے نہ فروتر ہے اور نہ برتر ہے۔ یہ بحث طول کی متقاضی ہے لیکن اس بحث میں قابل اعتماد بات یہی ہے۔

میں (سیوطی) کہتا ہوں کہ میں بھی ایک زمانہ تک اس حدیث کی بحث میں یہی جواب دیتا رہا تا آنکہ علامہ ابن جریر طبری کی حدیث علی کی تصحیح پر جو انھوں نے تہذیب الآثار میں مستدرک حاکم کی حدیث ابن عباس کے ساتھ کی ہے آگاہی ہوتی تو میں نے استخارہ کیا اور مجھے یقین ہوگیا کہ یہ حدیث مرتبہ حسن سے بڑھ کر صحت کے مرتبہ کو پہنچ گئی ہے (کنز العمال ج ۲ ص ـــ)

دوم درحق حضرت عیسیٰ کہ یہودیان در حق ایشان تہمت زنازادگی برزبان آوردند و بسخن آمدن ایشان درعین طفولیت آں تہمت را زائل فرمود قال اللہ فی سورۃ آل عمران وجیہا فی الدنیا والآخرۃ ومن المقربین ویکلم الناس فی المھد و کہلا الیٰ آخرہ،

واین معنی درحق اکثر اولیاء بثبوت پیوستہ اوّل درحق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان اللہ یکرہ فوق السمٰوات السبع ان یخطاء ابوبکر فی الارض[1]،

دوم درحق علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہ دعا کردند، اللھم ادر الحق حیث دار[2] و نگفتند ادرہ حیث دار الحق،

ومعنی قطبیت پس آنست کہ حق تعالیٰ بعضے بندگان خود را مخصوص سازد کہ مہبط فیض الٰہی اوّلاً بالذات ایشان باشند واز ایشان بدیگران منتقل شود گو بظاہر کسے تلمذ

العلم وعلی بابھا میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ اس علم سے مراد یہی علم وہبی ہے

اور وجاہت کے معنی یہ ہیں کہ حق تعالیٰ اپنے بعض بندوں کے حق میں کوئی ایسا معاملہ کرے کہ اس سے مخالفین کے اعتراضات ختم ہو جائیں اور عیوب کی جو تہمت انھوں نے لگائی ہے وہ زائل ہو جائے اور بادشاہوں کی ایذا رسانی سے وہ بندہ محفوظ رہے اور اسی غرض سے امرا اپنے مقربین اور متوسلین بارگاہ کے حق میں کوئی امر کرتے ہیں اور اسی معنی کے اعتبار سے وجاہت انبیائے اولی العزم میں سے دو کے حق میں نص قرآنی وارد ہے ایک حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں جب کہ بنی اسرائیل نے ان پر یہ تہمت لگائی کہ ان کو ادرہ اور برص کا مرض لاحق ہے تو دفع تہمت کی غرض سے حق تعالیٰ نے فرمایا: یا ایھا الذین آمنوا لاتکونوا کالذین آذوا موسیٰ فبراہ اللہ مما قالوا وکان عند اللہ وجیہا[3] اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنھوں نے

---

[1] یہ حدیث باین الفاظ منقول ہے۔
ان اللہ تعالیٰ یکرہ فوق سمائہ ان یخطاء ابوبکر الصدیق فی الارض (کنز العمال ج۔۶ ص۱۳۸)

[2] یہ روایت ان الفاظ سے مروی ہے۔
اللھم ادر الحق معہ حیث دار (مصابیح ترمذی، مجمع المطابع دہلی ص۱۱۳)

اکتساب از ایشان نکرده باشد آنکه شعاعِ آفتاب از راہ روزنے در خانہ بیفتد پس اولاً آں روزن روشن شدہ و بواسطہ آں تمام اشیائے خانہ روشن شود و ایں را قطب ارشاد نیز نامند بخلاف قطب مدار۔

بالجملہ اثبات ایں صفات اربعہ عند التحقیق نہ مخالف مذہب اہل سنت است گو بظاہر بنیاں از اطلاق ایں الفاظ تحاشی نماید ونہ مخالف تفضیل شیخین کہ مجمع علیہ جمیع اہل حق است زیرا کہ مدار آں تفضیل بر اکثریت ثواب است عند المتکلمین و جائز است کہ خدائے تعالیٰ بعضے بندگان خود را مخصوص بزیادت ثواب گرداند ہر چند فضائل دیگر و صفات کمال در غیر آنہا بیشتر باشد

و مصنف کتاب ہمعات قدس سرہ، مدار تفضیل شیخین بر تشبہ انبیاء داشتہ است در سیاست امت و رفع شبہات و ترویج دین و نگاہداشتن مردم از بدعت و اجرائے جہاد و امر بالمعروف و نہی عن المنکر و ظاہر است کہ زیادتی شیخین دریں امور اوضح من الشمس و ابین من الامس است و لہٰذا قال اکثر المتکلمین التفضیل عندنا بالتوفیق لا بالفضائل فقط۔

موسیٰ کو ایذا پہنچائی تھی سو اللہ نے انھیں بری ثابت کر دیا اور اللہ کے نزدیک وہ بڑے معزز تھے اگرچہ اس تہمت سے کوئی شرعی قباحت لازم نہ آتی تھی لیکن حق تعالیٰ کو منظور نہ ہوا کہ ایسی تہمت بھی ان پر لگائی جائے اس لئے اس تہمت کو دفع فرمایا۔

دوسری تہمت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں لگائی گئی چنانچہ یہودیوں نے ان پر زنازادگی کی تہمت لگائی تو عین طفولیت کے عالم میں ان کی زبان سے حق بات کہلا کر یہ تہمت بھی دفع کر دی چنانچہ سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وجیہا فی الدنیا و الآخرۃ ومن المقربین ویکلم الناس فی المھد و کھلاً ومن الصالحین (وہ) دنیا و آخرت میں معزز اور مقربوں میں سے ہیں وہ لوگوں سے گفتگو کریں گے گہوارہ میں بھی اور پختہ عمر میں بھی اور صالحین میں سے ہوں گے۔

اور یہ معنی وجاہت اکثر اولیاء اللہ کے حق میں ثابت ہے

ایک تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں وارد ہے ان اللہ یکرہ فوق السموات السبع ان یخطاء ابوبکر فی الارض۔ اللہ تعالیٰ کو ہفت آسمان پر یہ بات پسند نہیں کہ زمین پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شان میں خطاء کی نسبت کی جائے۔

دوسرے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں آنحضرتؐ کی دُعا کے الفاظ ہیں اللھم ادر الحق حیث دار اے اللہ تو حق کو پہنچا جہاں وہ جائیں اور آپ نے یہ نہ فرمایا ادرہ حیث دار الحق۔ جہاں حق ہو وہاں ان کو پہنچا۔

اور قطبیت باطنہ کے معنی یہ ہیں کہ حق تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو اس واسطے خاص کرے کہ ان پر سب سے پہلے فیضان الٰہی ہوگا اور پھر ان خاص بندوں کے ذریعہ وہ فیضِ الٰہی دوسرے بندوں کو ملے گا اور اگرچہ ظاہر میں کسی کو ان سے نسبت تلمذ حاصل نہ ہو اور نہ اس نے ان سے اکتساب فیض کیا ہو جیسا کہ آفتاب کی شعاع روزن خانہ سے گھر کے اندر پڑتی ہیں تو پہلے وہ روشن دان روشن ہوتا ہے اور اس کے واسطہ سے گھر کی تمام چیزیں روشن ہوتی ہیں اور اس کو قطب ارشاد بھی کہتے ہیں اور قطب مدار اس کے علاوہ ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ تحقیق کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صفات اربعہ ثابت کرنا اہلِ سنّت کے مذہب کے مخالف نہیں ہے اگرچہ وہ لوگ جن کی نظر صرف ظاہر پر ہوتی ہے ان الفاظ کے اطلاق سے گریز کرتے ہیں۔ اور یہ بات تفضیل شیخین کے بھی مخالف نہیں ہے جس پر اہلِ حق کا اجماع ہے کیونکہ اس تفضیل کا دار و مدار متکلمین کے نزدیک ثواب

زیادتی پر ہے اور یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو زیادہ ثواب کے ساتھ مخصوص فرمائے گرچہ دوسری فضیلتیں اور صفات کمال اوروں میں ان سے زیادہ ہوں۔

اور مصنف کتاب ہمعات شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے تفضیل شیخین کا دار و مدار تشبہ انبیاء علیہم السلام پر رکھا ہے اور یہ تشبہ سیاستِ امت، رفع شبہات، ترویج دین لوگوں کو بدعت سے بچانے جہاد قائم کرنے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی انجام دہی میں ہے اور ان امور میں شیخین کی فضیلت اور لوگوں پر اظہر من الشمس اور ابین من الامس ہے چنانچہ اکثر متکلمین کا قول ہے التفضیل عندنا بالتوفیق لا بالفضائل کہ فضیلت ہمارے نزدیک اعمال خیر کی توفیق کی وجہ سے ہے فضائل کے اعتبار سے نہیں ہے۔